اسلام کا معاشرتی نظام

عدل، اخوت، اخلاق اور ذمہ داری پر
مبنی ایک کامل نظامِ حیات



- معاشرتی عدل
- اخوت و بھائی چارہ
- خاندانی نظام
- حقوق و ذمہ داریاں
- قرآن و سنت کی روشنی

تفصیلات طباعت

نام کتابچہ	اسلام کا معاشرتی نظام
مؤلف	محمد ارشاد علی مولوی عالم (نظامیہ)
صفحات	۴۰
اشاعت	سپٹمبر ۲۰۰۹
قیمت	مُفت
اہتمام	صاحبزادہ محمد طاہر علی
ای میل	islahitohfa@gmail.com

مزید موضوعات

https://islahitohfa.com

تنبیہ

ترتیب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

اسلام کا معاشرتی نظام

تمہید:- دنیا کے سب انسان ایک نسل سے ہیں بعد میں لوگ مختلف نسلوں، قوموں اور قبیلوں میں بٹ گئے۔ زبانیں الگ، لباس الگ، رہن سہن الگ، ممالک الگ، آب و ہوا الگ، موسمیں الگ الگ ہو گئے، یہاں تک کہ لوگوں کے رنگ و روپ، خد و خال، غذائیں مختلف ہو گئیں۔ یہ سب قدرتی (فطری) اختلافات ہیں عملی طور پر واقعاتی دنیا میں موجود ہیں اور یہ سب حقائق ہیں۔ اسلام ان سب باتوں کو بطور ایک حقیقت کے تسلیم کرتا ہے کیونکہ ایک انسان کا دوسرے انسان سے تعارف تعاون اسی صورت سے ممکن ہے۔

قوموں میں آپس میں تعصب پیدا ہو گیا۔ بتدریج ایک انسان اور دوسرے انسان میں رنگ و نسل اور زبان اور قومیت اور وطنیت کے اختلافات کیوجہ سے تعصب پیدا ہو گیا ہے؟ یعنی ایک قوم دوسری قوم کے مقابل بے جا (بے کار)، طرفداری اور حمایت سے کام لینے لگی۔ جسے ایک قوم کہنے لگی کہ ہم ذات کے اعتبار سے دوسری قوم سے اونچے ہیں، تہذیب کے اعتبار سے اونچے ہیں، شرافت میں ہم آگے ہیں، ہماری زبان دیگر زبانوں سے برتر ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہہ احساس برتری کیوجہ سے آپسی اختلافات دشمنی تک پہنچ گئے نفرت اور حقارت آپس میں بڑھ گئی، گوری رنگت، احساس برتری کی حقدار ہو گئی اور کالی رنگت کے حق میں احساس کمتری آگئی وغیرہ وغیرہ.. اسلام ایسی بے جا طرفداری اور حمایت کا سخت مخالف

ہے۔ تعصب کی بناء پر، اونچ نیچ، شریف، کمین، امیر اور غریب وغیرہ جتنے فرُوق ہیں وہ سب اسلام کے نزدیک جاہلیت کی باتیں ہیں۔

اسلام کیا کہتا ہے؟ : اسلام کہتا ہے کہ تمام دنیا کے انسان خواہ گورے ہوں، کالے ہوں، آفریقہ کے ہوں، عیسائی ہوں، یا ہندو ہوں، مسلمان ہوں، یا کوئی اور ہوں امیر ہوں غریب۔ ایک ماں اور ایک باپ کی اولاد ہیں لہٰذا انسان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہونے کی حیثیت سے برابر ہیں۔

عقیدہ اور اُصول :- اسلام کہتا ہے کہ انسان اور انسان کے درمیان فرق ہو سکتا ہے۔ تو وہ نسل اور رنگ وطن اور قوم کی بنیاد پر نہیں ہو سکتا بلکہ عقیدہ اور اصول اور طرز فکر اور عمل کی بناء پر ہو گا۔ اگر ایک ماں کے دو بچے اپنے نسب کے لحاظ سے ایک ہوں لیکن اُن کے عقائد اور طرز فکر اور اعمال اور اخلاق ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو زندگی میں دونوں کی راہیں الگ ہو جائیگی۔ اسکے برخلاف مشرق اور مغرب کے بسنے والے اگر آپس میں عقائد، خیالات اور اعمال میں متفق ہیں تو انکی زندگی کی دو رہیں نہیں ہونگی بلکہ ایک ہی راستہ ہو گا۔ عقیدہ ایک ہو گا اور سارے اعمال عقیدہ کی بناء پر ہونگے۔

چنانچہ اسلام کا بھی ایک نظریہ ہے جسکی بنیاد پر اسلام ایک فکری اخلاقی اور اصولی معاشرہ تعمیر کرنا چاہتا ہے جس میں انسان آپس میں ملنے کی بنیاد اسکی پیدائش یا وطن یا زبان یا قوم یا نسل یا رنگ نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک عقیدہ اور اس کے لحاظ سے ایک اخلاقی ضابطہ ہوتا ہے اور ذیلی لوازمات ہوتے ہیں۔

معاشرہ کس طرح بنتا ہے ؟ : افراد (لوگوں) کی حیثیت ذرّات کی سی ہے اور خاندان دراصل معاشرتی اکائی (unity) ہے۔ خاندان کے پھیلاؤ سے جماعتیں بنتی ہیں اور معاشرہ کا کل نظام ان ہی سے قائم ہوتا ہے۔ جماعت میں زندگی سے اور کائنات کے حقائق سے فائدہ اُٹھانے کا جذبہ باقی رہے تو معاشرہ قوت والا ہوتا ہے اور اگراسکے برخلاف ضعیف ہو اور بے مقصد اور اَن پڑھ اور کم شعور افراد سے بھرا ہوا ہو تو یہ گویا علامت ہے کہ وہ معاشرہ مٹنے والا ہے۔ مٹنے والوں کی جگہ اگر باشعور اور جان نواز افراد جگہ لے لیں تو معاشرہ قوت والا ہوتا ہے۔ معاشرہ دراصل لوگوں کے متحدہ احساس، متحدہ خیال اور متحدہ ارادوں کے لوگوں کے مجموعے کا نام ہے۔ اسلامی معاشرہ کا زوال، تعلیم کا انحطاط ہے۔ ماضی میں جو قومیں عظمت والی تھیں ان میں زوال اُسی وقت آیا جبکہ اُن کے مذہبی عقائد میں زوال آگیا۔

اسلامی معاشرہ کس کو کہتے ہیں ؟ : جو آدمی خدا کو اپنا خالق، رزاق، صادق، حاکم اور معبود مانتا ہے اور اس خدا کی طرف سے (بذریعہ پیغمبر) لائی ہوئی ہدایت کو اپنا قانون زندگی اور نظام زندگی تسلیم کرلیتا ہے وہ مسلم کہلاتا ہے ایسے افراد جب ایک جماعت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں تو وہ اسلامی معاشرہ کہلاتا ہے۔ خواہ ان افراد کے ممالک مختلف ہوں، اوطان مختلف ہوں، رنگ و نسل مختلف ہوں، زبانیں مختلف ہوں، کیونکہ یہ اختلافات تو قدرتی ہیں۔ ایسے مسلم معاشرے میں اونچ نیچ، چھوٹا بڑا، چھوت چھات، شریف اور کمین جیسی باتیں نہیں ہونگی۔ ذات برادری، حسب و نسب یا خاندانی برتری کی بناء پر کسی کو مخصوص حقوق حاصل نہ ہو سکیں گے۔

آدمی کی بزرگی اُسکے خاندان، اسکے مال، اُسکی دولت، اُسکے حسب و ادب کی بناء پر نہیں ہو گی بلکہ اخلاق، اخلاص، خُداترسی، تقوے کی زندگی، خدا رخی زندگی، آخرت رخی اعمال کی بناء پر برتری ہو گی۔

اسلامی معاشرے کی خصوصیات کیا ہیں؟

اسلامی معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو نسل و رنگ و زبان اور ملک کی جغرافیائی حد بندیوں کو توڑ دیتا ہے۔ ان چیزوں کو "معیار برتری" بنائے کو گناہ سمجھتا ہے۔ اسلامی معاشرے سے ایک عالمگیر برادری (worldwide brotherhood) قائم ہو سکتی ہے۔ اسلامی معاشرے میں ہر نسل اور ہر قوم کے لوگوں کو داخل ہو نیکی اجازت ہے۔ اس معاشرے میں ہر فرد کو برابر کے حقوق حاصل رہیں گے اور جو لوگ اس عقیدے کو نہیں اپنائیں گے تو اسلامی معاشرہ انکو اپنے دائرہ معاشرہ میں نہیں لیتا۔ لیکن انسانی برادری (Human brotherhood) کا تعلق اور انسانیت کے حقوق انہیں دینے کیلئے تیار رہتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک ماں اور ایک باپ کی اولاد ہیں۔ طریقہ زندگی کے اختلاف یعنی way of living کے اختلاف سے برادری میں فرق نہیں آئیگا۔ چاہے عقائد اور اصول بھی مختلف ہوں چاہے معاشرہ الگ ہو مگر انسانیت یعنی Humanity ایک ہی ہے۔ (آخرت میں بھی طریقہ حیات کی یا معیار زندگی کی پوچھ نہیں ہے)

اسلامی معاشرہ کے برخلاف نسلی معاشرے میں دوسری نسل کے معاشرے کے لئے دروازے بند ہیں وطنی معاشرے میں دوسرے اوطان کے معاشرے کیلئے

داخلہ نہیں ہے۔ اسی طرح زبان، رنگ اور قوم کا معاملہ ہے کہ ایک قوم کے معاشرے میں دوسری قوم کے معاشرے کو جگہ نہیں ہے۔ ایسے معاشروں میں عالمگیریت (world wideness) نہیں ہے۔

آداب، اسلامی معاشرے میں

ازدواجی زندگی ، خاندانی زندگی، رشتہ داروں اور ہمسائیوں کے آداب اسلامی معاشرے میں: قرآن مجید اور سنت نبوی ہی ہمارے معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظاموں کیلیئے علوم کا منبع ہے۔ اور انسانی حیات کیلیئے دستور العمل ہے اور یہی اساس ہے۔ اسلامی معاشرے کے اصول اور آداب پر صد فی صد عمل نہ کرنے سے آج مسلمانوں کی زندگی پوری کی پوری اسلامی معاشرے والی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ انکی زندگی نیم اسلامی اور نیم غیر اسلامی ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ عقیدے اور افکار کی وحدانیت پر ایک عالمگیر(world community) بن جائے۔

ازدواجی زندگی (Matrimonial life) کی صحیح صورت یہ ہے کہ عورت مرد معاشرتی ذمہ داریوں کو قبول کریں جس کے نتیجے میں ایک خاندان کی بنیاد پڑے۔ آزادانہ اور غیر ذمہ دارانہ فکر و عمل والا ازدواجی تعلق در اصل ایک صالح معاشرے کی جڑ کاٹتا ہے ایسا تعلق تمدن کو ختم کر دینے والا ہے۔ جیسے پردے کا اہتمام نہ ہونا، مرد اور عورت کا آزادانہ میل جول، موسیقی، عریاں تصاویر، فحش

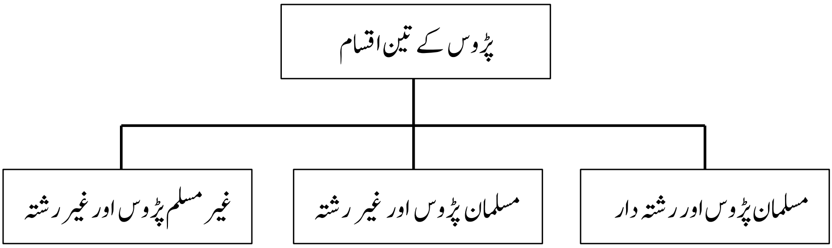
چیزوں کی اشاعت وغیرہ یہ سب اچھے ماحول کی ضد ہیں۔ان چیزوں کو روکنااور ختم کرنا ضروری ہے۔

دوسری طرف صالح اسلامی معاشرے کیلئے نکاح کو کارِ ثواب سمجھنااور ایک عبادت قرار دینا، مجرد رہنے کو ناگواری سے دیکھنا، رُہبانیت (ترکِ دنیا) کو بُرا سمجھنا، نکاح کوآسان کرنااور زنا کو مشکل کرنا۔ مہر اور جہیز کو بار گراں (بھاری بوجھ) نہ کرنا، لڑکی کے انتخاب میں دینداری ترجیح دینا، لڑکے کی تربیت جامع طریقہ پر دیندارانہ نقطہ نظر سے کرنا وغیرہ۔

اسلام نے خاندان کے اندر مرد کو ناظم کی حیثیت دی ہے تاکہ گھر میں نظم و ضبط قائم رہ سکے۔ بیوی، شوہر کی اطاعت کرے ، اولاد ماں باپ کی اطاعت کرے وغیرہ۔

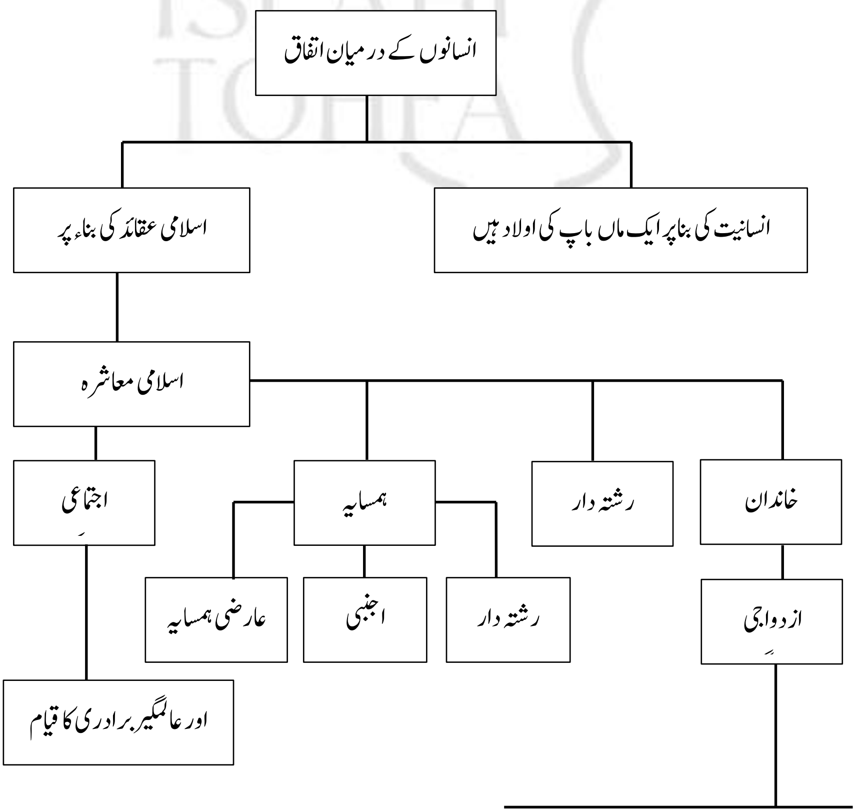
خاندان کے محدود دائرے کے باہر رشتہ دار ہوتے ہیں جن کو قرآن میں ذوی القُربٰی کہتے ہیں۔ ہمدردی، غم گساری (دکھ درد بانٹنا) صلہ رحمی، ایثار وقربانی کاجذبہ وغیرہ ہونا ضروری ہے۔ رشتہ داروں کے بعد قریب ترین تعلق ہمسائیگی کا ہے یعنی پڑوس کا۔ اسکی تین قسمیں ہیں۔ اُن کے ساتھ اسلامی معاشرے کے تقاضے پورے کریں۔

پڑوس کے اقسام: ۴۰ گھروں تک پڑوسی کے حقوق ہیں۔



پڑوس کے حقوق : بیماری پر عیادت، مصیبت پر تعزیت، انتقال پر پرسہ دینا، خوشی پر مبارکبادی، غلطیوں پر درگزر، ان کے معاملات میں تجسّس نہ کرے، راز افشانہ کرے، نقصان نہ پہنچائے، نقصان سے بچائے، غیر موجودگی میں حفاظت، امانت میں خیانت نہ کرے،تکلیف کو برداشت کرے، وسیع النظری سے کام لے۔

انسانوں کے درمیان اتفاق



(۱) معاشرتی ذمہ داری کو قبول کرنا۔

(۲) معاشرتی بگاڑ سے بچنا۔

(۳) خاندان کا نظم مرد کے ہاتھ میں ہونا۔

(۴) مجرد رہنے کو مکروہ سمجھنا۔

(۵) رہبانیت کو برا سمجھنا۔

(۶) و نکاح کو عبادت سمجھنا۔

(۷) نکاح جہیز، مہر کو آسان کرنا۔

(۸) زنا کو مشکل کر دینا۔

تمہید :- لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی قوم کی تہذیب نام ہے اسکے علوم و آداب، فنون لطیفہ، ضائع و بدائع ،اطوار معاشرت، انداز تمدن، اور طرز سیاست کا ---- مگر حقیقت میں یہ نفس تہذیب نہیں ہے بلکہ تہذیب کے نتائج اور مظاہر ہیں۔ شجر تہذیب کے برگ و بار ہیں کسی تہذیب کی قدر و قیمت اِن ظاہری صورتوں اور نمائشی ملبوسات کی بنیاد پر متعین نہیں کی جاسکتی ان سب کو ایک بازو رکھ کر اسکی روح تک پہنچنا ہے۔ اور اسکے بنیادی اصولوں پر غور کرنا ہے۔

تہذیب کے عناصر ترکیبی

۱. دنیوی زندگی کے متعلق، تہذیب کا تصور کیا ہے ؟

۲. تہذیب کی نظر میں خود انسان کی کیا حیثیت ہے ؟

۳. تہذیب کی نظر میں خود دنیا کیا ہے ؟ انسان سے اس کا تعلق کس قسم کا ہے۔

۴. تہذیب کے اعتبار سے انسان، دنیا کے ساتھ کیسا برتاؤ کرے؟

تصورِ حیات کا سوال ایسا اہم سوال ہے کہ انسانی زندگی کے تمام اعمال پر اسکا نہایت گہرا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ اس تصور کے مطابق تہذیب کی نوعیت قائم ہوتی ہے۔ تصور کے بدل جانے سے تہذیب کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے۔

تصور حیات یعنی دنیا میں انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ کیوں پیدا کیا گیا۔ کیا کرنا ہے اور کس طرف واپسی ہے؟ اور کس چیز کی کوشش دن رات دنیا میں کرنا ہے۔ انسان کی عملی زندگی کا رخ کیا ہے؟ عمل کے طریقے کیا ہونی چاہیے اور کامیابی کے وسائل کیا ہیں۔

وہ کیا عقائد اور افکار ہیں جنکی بنیاد پر سیرت کی تعمیر ہوتی ہے اور انسان کی ذہنیت کو کس سانچے میں ڈھالتی ہے اور وہ کون سے محرکات ہیں جو انسان کو اسکے نصب العین کے مطابق ایک مخصوص قسم کی عملی زندگی کیلئے ابھارتے ہیں کیونکہ انسان کے قوائے عمل (کام کرنے کی صلاحیت)، انسان کے قوائے فکر کے تابع ہوتے ہیں چنانچہ ذہن جس سانچے میں ڈھلا اسی کے مطابق جذبات اور داعیات پیدا ہونگے اور انہیں کی اتباع میں اعضا اور روح کام کرینگے۔ پس کوئی بھی تہذیب ایک اساسی عقیدہ اور ایک بنیادی مُتَخَیِّلَہ (تصور کرنے کی قوت) کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔ اب اگر کسی تہذیب کو سمجھنا ہے اور اسکی قدر و قیمت کو جانچنا ہے تو اس عقیدے کو سمجھنا ضروری ہے۔ اسلامی معاشرے کو کسی دوسرے معاشرے کی مدد سے یا مثال سے سمجھا نہیں جا سکتا۔ دیگر معاشروں کے بر عکس اسلامی معاشرہ،

خوف خدا کا معاشرہ ہوتا ہے۔ معاشرہ کا لفظ ایسے انسانی مجموعے کیلئے بولا جاتا ہے جو فطری غیر یکسانیت کے باوجود، کسی خاص مشترک بندھن (عقیدے) کے تحت ایکساں حالات زندگی گزار رہا ہو۔

آج کی دنیا میں معاشرے کے بہت سے نمونے ہیں جیسے روایتی معاشرہ اسکی مثال عیسائیت ہے، نسلی معاشرہ یہ یہودیوں کے پاس پایا جاتا ہے۔ سیاسی معاشرہ یہہ جمہوری نظاموں میں دیکھنے میں آتا ہے۔

خارجی اسباب: - معاشرے کی تمام مذکورہ قسموں میں ظاہری فرق کے باوجود ایک چیز مشترک ہے جو معاشرے کو ایک متعین روپ دیتی ہے وہ خارجی اسباب ہیں۔ خواہ روایتی ہوں، نسلی ہوں یا سیاسی ہوں۔ گویا معاشروں کو معاشرہ بنانیوالی چیز ان سے باہر کے عوامل ہیں نہ کہ خود ان کے اندر کے عوامل ہیں۔

اندانی محرک: - اسلامی معاشرہ کا معاملہ اسکے برعکس ہے یعنی یہ خود افراد کے اپنے اندرونی محرک کے تحت ظہور میں آتا ہے۔ اسلامی معاشرے کو جو چیز اسلامی بناتی ہے وہ دراصل افراد کا اپنا اندرونی ارادہ ہے جسکی طاقت سے اپنے آپ کو ایک خاص شکل میں ڈھالتے ہیں اور ارادی کوشش کے ذریعے اس پر قائم رہتے ہیں۔

اسلامی معاشرے کا محرک خوف خدا ہے۔

اسلامی معاشرہ وہ ہے جس کے کم از کم یا اکثر افراد یا اسکے افراد کی مؤثر تعداد ایسے لوگوں پر مشتمل ہو جو ہر معاملے میں صرف خدا کی خوشی اور ناخوشی کو دیکھتے ہیں اسکے سوا دیگر مصالح اور محرکات ان کیلئے ناقابل لحاظ بن جاتے ہیں۔ خدا جو ساری

کائنات کی اصل ہے وہی اسلامی معاشرے کی بھی اصل ہے۔ اسلامی معاشرہ خدا کے مرکزی عقیدے کے گرد بنتا ہے۔ جب آدمی خدائے واحد کے عقیدے کو اسکی صحیح شکل میں اختیار کرتا ہے تو تمام اعلیٰ اوصاف اسکے اندر سے اگنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ خدائی معاشرہ ہے اسی لئے وہ مثالی معاشرہ بھی ہے۔

اسلامی معاشرہ در اصل افراد کی اسلامیت کا اجتماعی ظہور ہے۔ تاہم اس کو برقرار رکھنے کیلئے باہمی نگرانی کا خصوصی حکم دیا گیا ہے۔ جس کو االأمر بالمعروف والنهي عن المنكر کہا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرہ افراد کے اندرونی اساس کے تحت وجود میں آتا ہے اور نصیحت اور احتساب کا خارجی نظام اسکی حفاظت کرتا ہے۔

اسلامی معاشرہ کیسا ہوتا ہے؟

معاشرہ کیا ہے بہت سے آدمیوں کا مل جل کر رہنا۔ جب سب ایک ساتھ رہیں تو ان کے درمیان طرح طرح کے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں۔ کوئی کسی کا رشتہ دار کوئی، کسی کا پڑوس، کوئی کسی کا ہم قوم ہوتا ہے، کوئی کسی کا ہم وطن، کوئی تاجر تو کوئی گاہک ، کوئی مالک تو کوئی نوکر، کوئی کرایہ دور تو کوئی زمیندار۔ اسطرح کے مختلف تعلقات کی بناء پر لوگوں کے درمیان بار بار کئی قسم کے معاملات پیش آتے رہتے ہیں۔ ان معاملات کے دوران کبھی نفرت کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں اور کسی سے محبت وغیرہ کسی سے کچھ لینا تو کسی کو کچھ دنیا، کسی سے اتفاق تو کسی سے اختلاف، کوئی اپنا بن جاتا ہے تو کوئی غیر دکھائی دیتا ہے۔ یہی چیز ہے جو لوگوں کے درمیان سماجی یا معاشرتی تعلقات پیدا کرتی ہے۔ اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کیا

جائے اور کیا نہ کیا جائے۔ بہر حال ایسا رہنے میں لوگوں کے درمیان طرح طرح کے مسائل پیدا ہوتے ہیں ایسے مواقع پر اسلام کی تعلیم کیا ہے ؟ ان حالات گونا گوں میں ایک فرد کسی طرح زندگی گزارے ؟

احادیث کی روشنی میں اسلامی معاشرے کی تصویر

١. تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اسکا یہ حال نہ ہو جائے کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

٢. ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی تین چیزیں حرام ہیں (١)اس کا خون (٢) اس کا مال (٣)اس کی آبرو۔

٣. مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

٤. مسلمانوں کی مثال آپس کی محبت اور آپسی رحمدلی اور شفقت کے معاملے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم۔ جب جسم کے کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم ملکر جاگتا ہے اور سارا جسم مبتلا ہو جاتا ہے۔

٥. ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسکو بے یارو مددگار چھوڑتا ہے

٦. اللہ کا محبوب بندہ وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہو۔

٧. کسی بھائی کی حاجت براری کرنے والا ایسا ہے گویا تمام عمر خدا کی خدمت میں گزاری۔

۸.   مظلوم کی بد دعا سے ڈرو کیونکہ اسکے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

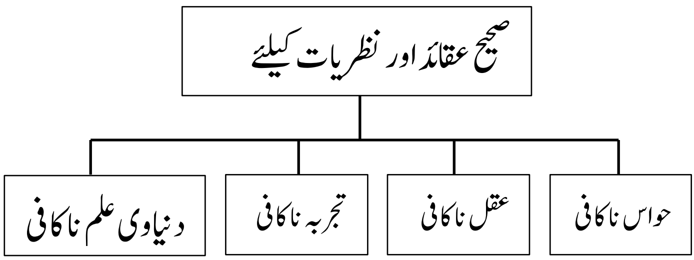
اسلامی معاشرے میں آدمی اپنے حقوق سے زیادہ اپنی زمّہ داریوں کو دیکھتا ہے۔ اور اختلاف اور شکایت کے موقع پر اپنے کو قصوروار ٹھیر آتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں آدمی محتاط رہتا ہے اسکے ذمہ کسی کا قرض یا حقوق باقی نہیں رہتے۔ اگر ایک آدمی کے پاس مال نہ ہو تو بھلی بات کرنا ہی صدقہ ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو دوسروں کو اپنے شر سے بچائے۔ شرک کے بعد اس سے کم تر گناہ ، مخلوق کو اذیت دینا ہے۔ ایمان کے بعد افضل تر عمل مخلوق کو آرام دینا ہے۔ جس نے نیکی کرنے میں مدد کی گویا اس نے خود بھی نیکی کی۔

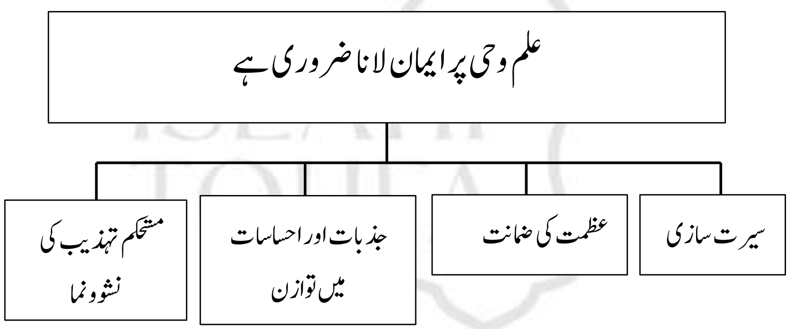
اسلام، عقائد و نظریات کو مؤمن کی زندگی میں کافی اہم مقام دیتا ہے۔

انسان اپنی زندگی کو افکار اور عقائد سے خالی نہیں رکھ سکتا۔ ہر شخص کوئی نہ کوئی نظریہ رکھتا ہے جس کے تحت وہ زندگی گزارتا ہے۔ جو حقائق حواس کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں وہ محسوس حقائق ہیں، ان کے علاوہ کئی ایسے غیر محسوس حقائق ہیں جن کا حصول عقل اور استنباط کے ذرائع سے ممکن ہے۔

زندگی کیلئے صرف عقل اور تجربہ کی رہنمائی کافی نہیں ہے۔ ہمارے حواس اسی وقت تک صحیح کام کر سکتے ہیں جبکہ عقل ان کے ساتھ کامل طریقہ پر ہے۔ اسی طرح ہماری عقل بھی اُس وقت بہتر کام انجام دے سکتی ہے جبکہ ایمان کے ذریعے اسکی تکمیل ہو۔ بہر حال جو حالت ، عقل کے بغیر حواس کی ہوتی ہے وہی حالت

وحی کے بغیر عقل کی ہوتی ہے۔ جس طرح آنکھ سے کام لینا ہو تو روشنی چاہیے اُسی طرح عقل سے کام لینا ہو تو وحی اور نبوت کی روشنی ضروری ہے۔





صحیح عقائد اور نظریات آدمی کو نہ صرف گمراہی سے بچاتے ہیں بلکہ اس کی سیرت، کردار کو عظیم طاقت پہنچاتے ہیں۔ عقائد اور نظریات ہی دراصل کسی شخص یا قوم کی عظمت کے ضامن ہوتے ہیں۔اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ صحیح سے صحیح تر اور بلند سے بلند تر نظریات بھی عملی دنیا میں بے معنی ثابت ہو جاتے ہیں اگر ان نظریات والا ایک ایسا گروہ روئے زمین پر موجود نہ ہو، جو ان نظریات کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر سکے۔ جذبات در احساسات میں توازن عقائد اور نظریات ہی کے

ذریعے پیدا ہوتا ہے۔ تہذیب کی نشوونما کی اُمید بھی کی جاسکتی ہے۔ کسی مفکر کا کہنا ہے کہ تہذیب صرف اسی صورت میں نشو و نما پا سکتی ہے جبکہ انسانوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کسی خاص مقصد کو حاصل کرنیکے لئے جدو جہد کرے۔ اسطرح کا اتحاد، جذبات اور احساسات میں بھی ہو اور وہ احساسات انسان کے معتقدات اور مقاصد بن جائیں۔

اسلامی معاشرے میں برائیاں کیوں ہوتی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تخلیق کائنات، خدا کے ایک کامل منصوبے کے تحت ہے۔ انسان کے سوا بقیہ کائنات درست ہے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کے سوا، بقیہ مخلوق کو جو شریعت دیگئی ہے وہ انکی فطرت میں رکھ دی گئی ہے جسکی بناء پر بقیہ مخلوق انکی شریعت کی مجبوراً پابند ہے لیکن انسان کو جو شریعت دیگئی ہے اس پر وہ عمل کرنیکے لئے آزاد ہے چاہے عمل کرے یا نہ کرے۔ چنانچہ انسان اپنی آزادی کا غلط استعمال کرتا ہے اسطرح سے کہ وہ شریعت کو چھوڑ کر اپنی طبیعت اور اپنی خواہشات پر چلتا ہے۔ خواہشات پر چلنا کیا ہے ایک خودرخی زندگی، خود مست زندگی اور بے سمت زندگی ہوتی ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر انسانی دنیا، فساد سے بھر گئی ہے۔ یہ فساد کئی صورتیں لیا ہوا ہے۔ برائی کی صورت میں ہے، گناہ کی صورت میں ہے، بگاڑ کی صورت میں ہے، ظلم وزیادتی کی صورت میں ہے۔ بہر حال انسانی دنیا میں بدامنی، بے چینی اور بگاڑ صرف اس لئے ہے کہ وہ حق پر نہیں چل رہاہے۔ انسان اگر خواہشات کو چھوڑ کر حق پر چلنے والا ہو جائے، شریعت

پر چلنے والا ہو جائے، دین اسلام پر چلنے والا ہو جائے تو انسانی معاشرہ بھی ویسا ہی امن اور چین کا معاشرہ ہو جائیگا جیسا کہ بقیہ کائنات ہے۔

اللہ تعالیٰ، انسان کو اس دنیا میں عمل کی آزادی دی، عقل و ارادہ اور اختیار کی آزادی دی، یہی آزادی اسکے لئے آزمائش ہو گئی کہ آزادی کا غلط استعمال فساد کا سبب بنا اور آزادی کا صحیح استعمال، اسکی آزمائش میں کامیابی کا سبب بنا۔

مسلمان فہم قرآن سے دور ہو گیا: جسکی وجہ سے خواہشات پر چلنے والا ہو گیا۔ اور نتیجے کے طور پر اسلامی معاشرے میں حسب ذیل خرابیاں آگئی۔ سب سے نمایاں اور تیزی سے بڑھتی ہوئی برائی جو اسوقت معاشرے میں نظر آرہی ہے وہ مادہ پرستی اور لذت پرستی ہے۔ دنیا کمانا اور دنیا بنانا، لوگوں کی تمام تر توجہ ہے اور ان سب لزتوں اور چاشنیوں سے مستفید ہونا جن سے دنیا بھری ہوئی ہے۔

مذکورہ اسباب کی وجہ سے تمام اخلاق اور انسانی قدریں پامال ہو رہی ہیں، پھر اس سے ایک اور مرض پیدا ہو رہا ہے وہ ہے آمدنی اور کسب میں حلال اور حرام کی تمیز نہ کرنا۔ یعنی اباحیت پرستی۔ پھر اس سے ایک مرض خود غرضی کا پیدا ہو گیا یعنی اپنا گھر اپنے بچے بیوی ان ہی کیلئے جینا ان ہی کیلئے مرنا، انکی آرزو، ارمانوں کی تکمیل میں فکر میں اپنی زندگی لگا دینا۔ اسراف اور فضول خرچی میں غیر معمولی اضافہ۔ دین سے دوری کے باعث بدعات اور خرافات ترقی پر ہیں۔ عورتوں میں بے پردگی، بے حیائی عام ہوتی جارہی ہے اور اسکو دور جدید کا تقاضہ سمجھا جارہا ہے۔

انسانیت کا قافلہ مغرب کی طرف جارہاہے اسکو دنیاپرستی اباحیت پرستی سے نکال کر خداپرست بناتا ہے۔ وہ ہر طرح کی جواب دہی سے بے نیاز رہنا چاہتا ہے اسکو آخرت کی جواب دہی کا احساس دلانا ہے۔ وہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو اپنی بیماریوں کا علاج سمجھ رہاہے۔ ہمارا کام ہے کہ قانون شریعت کی مسیحائی کا اُس کو قائل کریں۔ لوگ من مانی معاشرہ چاہتے ہیں اور ہمکو اس بات کی کوشش کرنا ہے کہ اسلامی معاشرہ وجود میں آئے۔

معاشرے کی اصلاح ایک اور محاذ پر۔

١. چھوٹے اور ذیلی مسائل پر مناظرے ہو رہے ہیں۔

٢. چھوٹے مسائل کو بڑے مسائل بنایا جارہاہے۔

٣. بڑے مسائل کو مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل کر دیا گیاہے۔

٤. اختلافات کو مستقل فرقوں کی بنیاد بنادی گئی۔

٥. قرآن و حدیث کا نہ خود ذوق رکھنا اور نہ لوگوں میں ذوق پیدا کرنا ہے۔

٦. فقہ میں توجہ اور دلچسپی لینا مگر جزئیات کی بحث میں پڑ جانا۔

٧. تصوف میں غیر اسلامی تصوف جوگیوں ، راہبوں اور اشراقیوں کی طرف سے گھس کر خلط ملط کر دیا گیا۔

٨. پیری مریدی اور پیرزادگی کے ذریعے لوگوں کو صحیح علم دین سے دور رکھنا۔

۹. جب تک جہالت قائم ہے پیری اور مریدی قائم ہے اور جس دن جہالت ختم ہو جاتی ہے اُسی دن پیری مریدی ٹھپ ہو جائیگی۔

۱۰. ملت میں جہالت کی وجہ سے یہ تصور ہے کہ دینداری اور تقوے کے معنی صرف عبادات میں غیر معمولی شغف (انتہائی گہرا لگاؤ) رکھنا ہے۔

۱۱. فرائض، نوافل اور مستحبات کو اہمیت دی گئی۔

۱۲. فرض نمازوں سے زیادہ نوافل اور مستحبات کو اہمیت دی جارہی ہے۔ اسکے نتیجے میں دیگر فرائض نظر انداز ہو جارہے ہیں۔

۱۳. لوگ نفل حج کے شوق میں اوقات لگارہے ہیں حالانکہ غربا اور مساکین دانے دانے کو محتاج ہیں۔

۱۴. جمعہ کی نماز کو پنچ وقتہ نمازوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔ اور پنج وقتہ نمازوں کی چھوٹ کا غم نہیں ہے۔

۱۵. سال بھر نماز نہ پڑھتے ہوئے رمضان میں با جماعت نماز اور تراویح کا اہتمام ہوتا ہے۔

۱۶. چاشت اور تہجد کی نمازے تو خوش ہوتے ہیں مگر فرائض میں انکو لزّت نہیں ملتی۔ حالانکہ حدیث قدسی کا مطلب ہے کہ میرے بندے فرائض سے زیادہ کسی بھی چیز کے ذریعے میرا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔

۱۷. لوگ فروعی چیزوں کو اُصولی چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں چنانچہ فاتحہ درود کرنے والے اور نہ کرنے والے ایک دوسرے کے نزدیک مردود ہیں۔

یہاں تک کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز ناجائز اور ازدواجی تعلقات حرام ہوگئے۔

۱۸. لوگ ایک رواجی فقہ بنالئے ہیں اور اسکو دینی فقہ پر ترجیح دیتے ہیں اور مسلم سماج ایسے لوگوں کو قدر واحترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔ دینی امور میں ان سے مشورہ کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دینی عمل اور دینی علم سے دور ہیں لیکن مادی اعتبار سے خوشحال ہیں اُنکی خوشحالی اُنکو مقام دیتی ہے۔

۱۹. ایک مسلمان پڑوس دوسروں کیلئے باعث اذیت ہوگیا۔

۲۰. حقوق العباد کی ادائیگی عملاً مسلمانوں کی زندگی سے خارج ہوگئی ہے۔

۲۱. دینی تعلیمی اداروں میں اقتدار کی جنگ اور مفادات کی لڑائی عام ہوگئی۔

۲۲. لوگوں کے دماغوں میں دین اسلام کا ناقص تصور ہے اس کا ایک اہم مظہر یہ ہے کہ مسلمان دینداری اور دنیاداری کو الگ الگ خانوں میں بانٹ دیے ہیں چنانچہ دیندارانہ زندگی سے معاملات اور عمومی انسانی تعلقات کو خارج کردیا گیا ہے۔ جیسے کسب کے ذرائع اور تجارتی معاملات اور دنیوی کاروبار کو دین سے الگ تصور کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے نمازیں پڑھتے ہوئے بھی معاملہ داری اور کسب کے طریقوں کو جو ناجائز ہیں روا رکھا گیا ہے ایسی وجہ سے مسلمان پاکٹ مار، رشوت خور، دھوکہ باز، خائن۔

۲۳. باہمی نگہبانی، لڑائی جھگڑے، مسلم معاشرے کے حدود کے آگے مسجدوں میں بھی ہونے لگے۔

۲۴. مسلم تاجران اور صنعت کاروں کا سلوک اپنے کاریگروں، مزدوروں کے ساتھ ویسا ہی ہے جسے غیر مسلم کرتے ہیں یا ایک خالص دنیادار کا طریقہ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ماحولی معاشرے سے متاثر ہیں۔

۲۵. تعلیمی اداروں میں اخلاق کردار کی پامالی، بے حیائی، مادہ پرستی اور معاشی ترقی کا حصول اِن کا مقصد زندگی ہو گیا ہے۔

۲۶. کسی بھی معاشرے کی کامیابی کیلئے عقل کی ضرورت ہے۔ اور آدمی جب جذباتی ہو جاتا ہے تو اسکے جذبات اسکی عقل کو ڈھانپ لیتے ہیں اور وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اپنی عقل کا صحیح استعمال کر سکے۔ چنانچہ مسلم معاشرے کی ایک بیماری جذباتیت ہے۔ جذباتیت اور حقیقت پسندی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اسی طرح جذباتیت اور سنجیدگی بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مسابقت کی اس دنیا میں عقل کو صحیح طور پر استعمال نہ کرنے کا نام ہی ناکامی ہے۔

۲۷. مسلمانوں میں توکل اور تقدیر کا صحیح تصور نہیں ہے۔ محنت جد و جہد، جفا کشی اور اسباب کے استعمال کو توکل کے خلاف سمجھا جا رہا ہے۔ قناعت پسندی اچھی بات ہے لیکن اس کا صحیح استعمال کم ہو رہا ہے۔

۲۸. مسلمان عموماً دو بیماریوں میں مبتلا ہیں ایک تضیع اوقات اور دوسرا بے سلیقگی اور بے ڈھنگا پن۔ (بہر حال جب کعبہ سے ہی کفر اُٹھے تو مسلمان کہاں سے آئیگی)

۲۹. مسلم معاشرے میں بالعموم ادھورے تعلیم یافتہ، نیم خواندہ لیڈر اور دینی رہنماؤں کی کثرت ہے۔ ملت کی اکثریت خاموشی اور دیر پا تعمیری جدوجہد سے انکار کرتی ہے۔

۳۰. موجودہ مسلم معاشرہ اپنے ہی لوگوں کے ظلم، خود غرضیاں اور غیر شرعی رسم ورواج کے نیچے پِس رہاہے

۳۱. مغربی ممالک سے واپس آنے والے حضرات اپنے اسلامی معاشرے کو حقارت سے دیکھ رہے ہیں نہ اسلامی لباس پسند، نہ اسلامی رہن سہن پسند اور نہ اسلامی طور طریقے پسند۔ مذہب سے انسان کی تہذیب ہوتی ہے، اصلاح ہوتی ہے لیکن خود مغرب زدہ مسلمانوں سے مذہب اسلام بگڑ گیاہے۔

۳۲. آج کا مسلمان اپنے کو عاشق رسول کہتا ہے لیکن آپکے ارشادات پر عمل نہیں کرتا۔ رسول ﷺ کی عظمت کو زبان سے بیان کرتا ہے اور رسول کی سنتوں کو اپنے ہاتھوں سے برباد کرتا ہے۔

۳۳. اسلامی عقائد کا معاملہ اور اُن کا ماخذ، قرآن حدیث اور اجماع ہے۔ مسلمان اچھی طرح یہ بات سمجھ لیں کہ علما عقیدہ ساز نہیں ہیں۔ اور مشائخین عقیدتوں کو قائم کرنے والے نہیں ہیں بلکہ دونوں بھی ان عقائد کے پابند ہیں جو اللہ کے رسول نے بتلا دیے۔ جس دن مسلمان قرآن اور حدیث کے ذریعے صحیح علم دین کے قریب ہو جائیگا اس دن جہالت دفن ہو جائیگی۔

۳۴. آج کا مسلمان بے علمی کی وجہ سے ایک قسم کے ذہنی فاقے اور فکری افلاس میں مبتلا ہے۔ نہ کسی واقعہ کا صحیح تجزیہ کر سکتا ہے اور نہ کسی چیز کے بارے میں صحیح فیصلہ کر سکتا ہے۔ ذہنی فاقے کیوجہ سے ذہنی شاکلہ بگڑا ہوا ہے۔ نتیجے میں اُس کو بے اصل باتیں حقائق کی روپ میں نظر آتی ہیں اور حقیقی باتیں بے اصل، ابدی مسائل کو نظر انداز کرنا اور وقتی مسائل میں اُلجھ جانا یہ شیوہ ہو گیا ہے۔

۳۵. آج کا مسلمان خود پسندی، خوش خیالی، تخیل آرائی، خَارِقُ العَادات قصّوں اور مبالغہ آمیز داستانوں میں اپنے قیمتی اوقات نچھاور کر رہا ہے۔

۳۶. مسلم معاشرہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو حقیقی علم دین سے نا واقف ہیں اور حقائق دنیا سے بے خبر ہیں اسکے باوجود دین اور دنیا کے اُمور پر بے تکان بولنا اپنی فطری حق سمجھتے ہیں۔ واقفیت کے بغیر بولنا اگر جہالت ہے تو تحقیق کے بغیر بولنا اور اپنی رائے کو وزن دینا شرارت ہے۔

اسلامی معاشرے کو شعراء اور ادباء سے نقصان پہنچا۔

انسان کو مخلوقات عالم سے ممتاز کرنے والی دو صلاحیتیں ہیں (۱) عقل (۲) قوتِ اظہار۔ عقل کا مرکز دماغ ہے اور اظہار کا ذریعہ و وسیلہ زبان ہے جو دماغ کے فکری اور دلی احساسات کو دوسروں تک پہنچاتی ہے۔

﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ ۞ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۞﴾

ادب کیا ہے ؟ ہر انسان اپنے خیالات اور جذبات کو ظاہر کرتا ہے لیکن ایک دوسرے کے سلیقہ اظہار میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے کسی کے اظہار سے دل پگھل جاتا ہے اور کسی کے اظہار سے دل متاثر نہیں ہوتا۔ اسی سلیقہ کلام و بیان کا نام ادب ہے۔ غرض ادب اپنے افکار اور احساسات کے ایسے اظہار کا نام ہے جو دل کو متاثر کر دے اور دماغ کو اپنا غلام بنالے۔ پس ادب، اظہار کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے۔اب یہ بات انسان پر منحصر ہے کہ ادب کو اچھے مقاصد کیلئے استعمال کرے یا فساد اور تخریب کاری کا کام اس سے لے۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ انسان اس عظیم اور امتیازی صلاحیت کا استعمال بہتر اور تعمیری صلاحیت کیلئے کم اور تخریبی مقاصد کے حصول کیلئے زیادہ کیا ہے۔اسلام سے قبل شعراء اور ادباء، شعر و سخن کا موضوع ایسی چیزوں کو بنایا ہے جو نہ انسان کی فکر اور اخلاق کی تعمیر میں مددگار تھا اور نہ انسان کے حقیقی مسائل کو ابھارنے اور حل کرنے میں مددگار تھا۔

شاعری کیا ہے ؟ بڑھا چڑھا کر پیش کی گئی باتیں اور فرضی تک بندیوں کا دوسرا نام اردو شاعری ہے۔ ایسی شاعری کے بطن سے وہ نثر نکلی جسکو خطیبانہ نثر کہا جاسکتا ہے۔

سائنسی علوم کی ترقی کے اس دور میں شاعری کرنا ایک خلاف زمانہ حرکت ہے۔ ردیف اور قافیہ کی زبان میں باتیں کہنے سے کچھ لوگ وقتی طور پر محفوظ

ہو سکتے ہیں مگر کیا دورِ جدید میں یہ ممکن ہے کہ کوئی قوم اپنی کھوئی ہوئی جگہ پالے۔

موجودہ دور میں مسلمانوں نے بڑی تعداد میں ایسے ماہرینِ انقلاب پیدا کیے ہیں جو الفاظ کے ذریعے ہر روز بڑے بڑے معرکے سر کر رہے ہیں۔ جھوٹے فخر کی یہ غذا مسلمانوں کی نفسیات کے حسب حال تھی چنانچہ بھیڑ کی بھیڑ ٹوٹ پڑی۔

شاعر کو نہ صورت واقعہ سے دلچسپی ہے اور نہ اسکی جدو جہد میں پڑ نیکی ضرورت ہے دو ہم قافیہ الفاظ کا مل جانا شاعر کو وہ سب کچھ دے دیتا ہے جس سے وہ اس عظیم واقعہ کو آناً فاناً ظہور میں لا سکے۔ اسلام کے نام پر تقریری مشاعرے کو خدا کے یہاں خادم اسلام کا مقام عطا نہیں کر سکتے۔ شاعر اور خطیب کو حقائق سے بحث نہیں ہوتی وہ پُر شور الفاظ اور ردیف اور قافیوں کی تک بندیوں سے معرکے سر کرتا رہتا ہے۔ اسی قسم کی تقریباً ۱۰۰ سالہ ذہنی تربیت نے مسلمانوں کو حد درجہ جذباتی بنا دیا ہے۔ خیالی احساس برتری کے سوا ان کے پاس کوئی اور سرمایہ نہیں وہ کسی طرح حقائق کے ڈھانچے میں اپنے کو دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ آج قوم کی قوم لفظوں کی بہادری میں اسطرح مشغول ہے جس طرح ان کے پیشرو مشغول تھے۔ حالانکہ الفاظ کی کھیتی سے عمل کی فصل نہیں کاٹی جاتی مگر شاعر اپنی حیرت انگیز جسارت کے ساتھ الفاظ کو عمل کا قائم مقام بنانے میں اوقات ضائع کرتا ہے۔

لیاقت کے دور میں تحفظ کا مطالبہ، معانی کی دنیا میں الفاظ کے کرتب دکھانا حقیقت کے بازار میں خوش خیالی کی قیمت پر سودا حاصل کرنیکی کوشش یہ سب خلاف زمانہ حرکت ہے اور ان کا کوئی انجام نہیں ہے۔ شاعر جوش کلام کو جوش عمل کا ہم معنی سمجھتا ہے۔ شاعری کی بنیاد تخیل پر ہے اور تخیل میں کوئی خارجی چیز آدمی کی سوچ کی حد بندی کرنیکے لئے نہیں ہوتی۔ خیالی پرواز میں شاعر جو چاہے کہہ دیتا ہے جیسے

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

قدیم شعراء اور ادباء کے عنوان کی قسمیں

(۱) رجزیہ نظم و نثر (۲) مرثیہ نوحہ ماتم (۳) خوشامدی اور چاپلوسی (۴) حسن و عشق

رجزیہ نظم و نثر:- میں جنگ و جدال پر ابھارنا۔ کسی کی بیجا تعریف، فتح اور کامرانی کے مافوق الفطرت اور مافوق العادات خاکے، شکست کے نقشے وغیرہ جیسے رامائن اور بھگوت گیتا وغیرہ ایسے ہی ادب پر مبنی ہے۔

مرثیہ اور نوحہ ماتم :- بادشاہوں، شہنشاہوں، سورماوں اور دلیر سپاہیوں کے جنگ کے نقشے جن میں انکی موت واقع ہوئی جس سے آسمان اور زمین لرز گئے۔

خوشامدی اور چاپلوسی :- یعنی بادشاہوں، رئیسوں، نوابوں اور سرمایہ دار دولتمند حضرات کی خوشامد میں اشعار لکھنا ، انشائیہ لکھنا جو عقل سے ماورا ہوتے ہیں اسکے بدلے میں شعراء ، انشاپرداز انعام واکرام کی صورت میں اسکی قیمت وصول کرتے تھے۔ اشعار جھوٹ اور مبالغہ پر مبنی ہوتے تھے۔

حسن و عشق، شراب و کباب :- ، عریانی، حیا باختہ باتوں کو اشعار اور تحریروں میں اور افسانوں میں ڈھالنا۔ یہہ چوتھا موضوع سب سے زیادہ بگاڑ اور فساد کا موجب تھا۔ مشرق اور مغرب کے ادباء میں بہت ہی محبوب اور مطلوب تھا۔ اسلامی معاشرہ کو اس صنف سخن سے بہت زیادہ نقصان پہنچاہے۔

ادب کی ایک اور قسم وجود میں آئی ہے یہ کمیونیزم کے ابھرنے کے بعد کی بات ہے کہ اس قسم کے ادب میں بغاوت کا لب و لہجہ اور انقلاب کی ترغیب دیگئی۔ معاشی اس ادب کا مقصد رہا۔ روٹی کی تقسیم میں مساوات کو عنوان سخن بنایا گیا، شاہی کو ختم کرنا، سرمایہ داری کو ختم کرنا اور مزدور راج کو قائم کرنا ان کا مقصد رہاہے۔ کچھ اشعار (مخدوم محی الدین)

خون دہقاں میں امارت کے سفینے تھے رواں
ہر طرف عدل کی جلتی ہوئی میت کا دھواں

رات کے پاس اندھیرے کے سوا کچھ بھی نہیں

باڑھ کے تاروں میں الجھے ہوئے انسانوں کے جسم
اور انسانوں کے جسموں پہ وہ بیٹھے ہوئے گدھ

____

سیاہ رات، جرائم پناہ، ظلم بدوش
سیاہ رات میں بدکار مست اور بیہوش

سیاہ رات میں مقتول عظمتوں کا خروش
سیاہ رات میں باغی عوام برق بدوش

____

زندگی صرف محبت نہیں کچھ اور بھی ہے۔
گل گلزار ہی جنت نہیں کچھ اور بھی ہے۔

بھوک اور پیاس کی ماری ہوئی اس دنیا میں
عشق ہی ایک حقیقت نہیں کچھ اور بھی ہے

—ساحر لدھیانوی

ادب کی مذکورہ پانچ قسموں ہیں، انسانی سماج کو اخلاقی بگاڑ اور فکری انتشار کے سوا اور کچھ نہیں دیں۔ اس سے انسان دہشت گرد، باغی، سرکش اور خوشامد پسند ہو گیا۔ یہ انسان کے سفلی جذبات کو اُن کا مقصد وجود بنا دیتی ہے۔ کیا ایسے ادب سے انسانی معاشرے کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے ؟ کیا اس سے کردار سازی میں مدد مل سکتی ہے ؟

اسلام نے اس مزاج کو بدلا اور ایک ایسے ادب کو وجود بخشا جو صالح انقلاب کا داعی تھا۔ جو انسان کے اندر اپنے خالق اور مالک کی محبت پیدا کرتا ہے۔ بغاوت کے

بجائے محبت اور ایثار کی تعلیم دیتا ہے۔ خوشامد کے بجائے حقیقت پسندی کی طرف لاتا ہے۔ محبوب کے خد و خال اور حسن کو بے پردہ کرنیکے بجائے شرافت اور پاکیزگی اور حیا کی تعلیم دیتا ہے۔ زندگی کے حقیقی مسائل کو ابھارتا ہے اور پاکیزہ اخلاقی جذبات کی دعوت دیتا ہے۔ یہ ادب برائے ادب نہیں بلکہ یہ ادب برائے تعمیر اور اصلاح کا قائل ہے۔

افسوس کہ ہمارے شعراء اور ادباء، ادب کے اپنے فرسودہ تصور کے غلام ہو کر رہ گئے جس کا مقصد تخیلاتی شاعری اور تصوراتی جذبات نگاری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مسلمان شعراء حضرات کی شاعری غیر علمی اور غیر سائینٹفک ہوتی ہے یا یوں سمجھے کہ حقائق سے بہت دور ہوتی ہے۔ایک مثال

میں خطاکار ہوں یا مجھ کو بنانے والا
چاند کے چہرے پہ کیوں داغ ہے کالا کالا
اتنی برسات ہوئی پھر بھی وہ دھویا نہ گیا۔

بادلوں کی تشکیل اور بارش، بجلی کی کڑک وغیرہ سارے امور کرّہ ہوا میں زمین سے ۲۵ کیلو میٹر کے اندر طے ہو جاتے ہیں اور چاند زمین سے ۲ لاکھ ۳۹ ہزار میل دور ہے۔ بارش نیچے کی سطح پر ہوتی ہے اور چاند زمین سے لاکھوں میل دو ہر ہے۔ شاعر موصوف کو حقیقت حال کی ضرورت نہیں ہے بس کچھ الفاظ کو جوڑ دیے اور ایک خیال کو ظاہر کر دیے حالانکہ وہ جھوٹی ہے۔

اردو زبان، اسلام کے آغوش میں پلی اور اخلاق اور شائستگی کے گود میں پرورش پائی لیکن بد قسمتی سے اردو شاعری بھی جلد ہی حسن اور عشق کی غلامی قبول کر لی۔ چنانچہ مولانا محمد حسین آزادؔ نے کہا کہ یہ بات اور یہ اظہار قابل افسوس ہے کہ ہماری شاعری چند معمولی مطالب کے پھندوں میں پھنس گئی یعنی مضامین عاشقانہ، مستانہ، گل و گلزار رنگ و بو کا پیدا کرنا، ہجر کی مصیبت کا رونا، وصال موہوم پر خوش ہونا، دنیا سے بیزاری، حسن و عشق کے مضامین یہ اس قدر مستعمل ہوئے کہ سنتے سنتے کان تھک گئے گویا چبائے ہوئے نوالے ہیں اور انہیں کو چبا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔ ایک جگہ انہیں شعراء کے بارے میں مولانا حالیؔ نے فرمایا

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس

آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

معاشرے کی اصلاح کا ایک اہم محاذ

شوہر کے حقوق اور انکی اہمیت : موجودہ دور میں ریڈیو، ٹی وی، ویڈیو، موبائیل فونس، ڈش انٹینا اور فلموں کی وجہ سے معاشرے کے اندر تخریب کا عمل تیزوں پر ہے جس کی وجہ سے بڑی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اُن میں سے ایک خرابی، شوہر کی نافرمانی ہے۔ اسکے حقوق کی پرواہ نہ کرنا اسکو اسکے مقام سے گرا دیا، اس کے ساتھ زبان درازی کرنا، شوہر کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لانا، روزانہ نئ نئ فرمائشوں کی فہرست تیار رکھنا، شوہر کو اپنی مرضی پر چلانا اور اگر نہ چلے تو مختلف طریقوں سے اسکو مجبور کر دینا کہ وہ اُسکی مرضی پر چلے۔ شوہر اگر کچھ نصیحت

کرے تو اس پر گھر کے کاموں اور بچوں کی دیکھ بھال اور بچوں کی خاطر راتوں میں جاگنے کا احسان جتانا اور طعنہ دینا کہ تم ایک دن یہ کام کر کے دکھاؤ تو پتہ چلے۔ یہ اور اس جیسی پریشانیوں کیوجہ سے شوہر گھر سے بیزار ہو کر باہر اپنے لئے کوئی پناہ گاہ تلاش کر لیتا ہے۔ یا پھر اپنا وقت ہوٹلوں ، پارکوں میں دوست احباب میں یا رشتہ دوروں میں گزارتا ہے۔

۹۵٪ فیصد گھر ایسے ہیں جہاں عورت عملی طور پر خود حاکم بن چکی ہے اور مرد محکوم ہے۔ گھر میں وہی ہو گا جو بیوی چاہے۔ نتیجتاً گھر کا سارا نظام اور سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔ بات زیادہ بگڑی تو طلاق پر یا نکاح ثانی تک پہنچ جاتی ہے۔ پہلی صورت میں زندگی کا چین ختم ہو جاتا ہے اور دوسری صورت میں پہلی بیوی کی زندگی تلخیوں سے بھر جاتی ہے۔ ان ہی حالات کی وجہ سے معاشرے کو ناسور لگ گیا ہے۔ عورت اگر اپنی دنیوی زندگی اور آخرت کو سلامتی سے گزارنا چاہے تو حسب ذیل احادیث پر عمل پیرا ہو جائے۔

حدیث :

(ا) تم یہ غور کرو کہ تمہارا معاملہ تمہارے شوہر کیسا تھ کیسا ہے ؟ کیونکہ وہی تمہاری جنت ہے اور وہی تمہاری دوزخ ہے۔ یعنی وہ تم سے اگر راضی اور خوش ہے تو تمہارے لئے جنت کا داخلہ آسان ہے۔

(۲) جس عورت کا انتقال اسکے شوہر کی رضا مندی کی حالت میں ہو وہ جنت میں جائیگی اور اگر ایسی حالت میں ہو کہ اُس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو تو وہ جنت میں نہیں جائیگی۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے سامنے اس عورت کی نماز پیش نہیں کی جاتی جس عورت سے اس کا شوہر خفا ہو۔

(۴) دو طرح کے لوگوں کی نمازیں اپنے سروں سے اوپر نہیں جاتیں۔ ایک بھاگا ہوا نوکر دوسرے وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے یہاں تک کہ اسکی اطاعت کرنے لگے۔

(۵) عورت اپنے رب کا حق اسوقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک اپنے شوہر کا پورا حق نہ ادا کرے۔

(۶) کسی بیوی کیلیئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اسکی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھے۔

(۷) عورت کچھ نہ کچھ صدقہ کرتی رہا کرو خواہ اپنے زیور میں سے کیوں نہ ہو کیونکہ جہنم میں مجھے عورتیں مردوں سے زیادہ دکھائی گئی ہیں۔ عورتوں نے عرض کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا عورتیں شوہر کی ناراضگی اور نافرمانی کرتی ہیں۔

نوٹ۔ اسلام نے عورت کو ماں کا مقام دیگر اسکے قدموں تلے جنت ہونے کا جو سب سے بڑا اعزاز بخشا ہے اس اعزاز کو عورت، شوہر کے بغیر نہیں پا سکتی۔ شوہر ہی عورت کو نکاح میں لا کر ایک اعزاز کا مستحق بناتا ہے کہ اولاد پیدا کرے اور ماں بنے۔

آج کا فتنہ - غیر اسلامی معاشرہ

مسلم معاشرہ آج غیر اسلامی ہوتے جارہاہے۔ رہن سہن، چال و چلن، رفتار و گفتار میں اسلامی معاشرے کی تقلید کے بجائے غیر قومی تقلید عام ہے۔ روحانی آداب کے بجائے جذبات، نفسیاتی دل و دماغ پر چھا رہے ہیں۔ شادی اور غمی کے اجتماعات میں اور خانگی زندگی میں غیر اسلامی رسومات اور منکرات بطور خُز زندگی کے داخل ہوگئے ہیں۔ ان سب کی اصلاح کے بغیر، مسلم قوم کا صحیح کردار اور مقام مشخص نہیں ہو سکتا۔ اسلئے اصلاح کی شدید ضرورت ہے۔ اصلاح ہر لحاظ سے ہو اور ہر محاذ پر ہو۔

معاشرے کو بگاڑنے والی چیزیں:- بداعتقادات، بدگمانیاں، عیب جوئی، دوسروں کو حقیر جاننا، اپنے کو اعلیٰ جاننا، بخالت، حسد، کینہ، بُغض، ریا، خودپرستی، جھوٹ غیبت، خصومت، عداوت وغیرہ۔

حقوق اسلام

حق کا ادا کرنا عدل ہے اور حق کا ادا نہیں کرنا ظلم ہے۔ حقوق کس کے کیا ہیں اُن کا تعین، انسان اپنی عقل سے نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کے حقوق مقرر فرما دیے ہیں جیسے اللہ اور رسول کے حقوق، بندوں کے حقوق، والدین کے حقوق، شوہر بیوی کے حقوق، اولاد کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، پڑوس کے حقوق، مسافروں کے حقوق، حاکم اور رعایا کے حقوق، نوکر اور مالک کے حقوق، غیر قوم کے حقوق، مسلمانوں کے باہمی حقوق، اپنے نفس کے حقوق، جب ہم حقوق کو پوری طریقہ سے ادا کرتے ہیں تو اسلامی معاشرہ، اسلامی سیاست اور اسلامی تہذیب وتمدن روبہ عمل آتا ہے۔ حقوق کی صحیح ادائیگی ہی ان سب امور حیات کی بنیاد ہے۔

حقوق العباد کا مسئلہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ کوتاہی یا کمی اگر ہو جاتی ہے تو اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ نہیں ہے بلکہ صرف دو صورتیں رہ جاتی ہیں یا تو اس بندے کا حق ادا کر دیا جائے یا پھر اس سے معافی مانگ لی جائے ورنہ آخرت میں سخت عذاب بھگتنا ہے۔

مغرب زدگی : - اردو ادب میں اس بے سمتی کی وجہ یہ ہے کہ ہم مغربی دنیا سے اتنے مرعوب ہوئے کہ شعر و سخن اور زبان اور ادب میں ہم مغربی دنیا کو کعبہ تقلید بنا رکھے ہیں۔ اسی لئے اقبال نے ہندوستان کے ادباء اور شعراء حضرات کو یہ آواز دی کہ

اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر

اسلامی ادب اور اسلامی شاعری کا امتیاز یہ ہے کہ وہ سچی حقیقتوں کی ترجمان ہوتی ہے۔ اور معاشرے کی اصلاح و تربیت کی خدمت انجام دیتی ہے۔ منظر نگاری اور نظام فطرت کی عکاسی، ادب کا ایک حصّہ ہے اور اہم ہے۔ عام شعراء اس سے آتش ہوس کو بھڑکاتے ہیں اور اسلامی شاعری اسی سے خدا کی یاد دلاتا ہے اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑتا ہے۔

اگر شعراء اور سخن دو حضرات اپنے فن شاعری سے انسانیت کی تعمیر معاشرے کی اصلاح اور انسانوں کے مسائل کا حل پیش کرنیکی کوشش کریں تو یقیناً اس سے ایک صالح انقلاب آ سکتا ہے۔ علّامہ اقبال نے اسی خیال کو ظاہر کیا ہے۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا!

شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا!

بے معجزہ دنیا میں ابھرتیں نہیں قومیں
جو ضرب کلیمیؑ نہیں رکھتا وہ ہنر کیا!

شعراء کا کہنا ہے کہ غزل (جو کہ عربی لفظ ہے) شاعر اور شاعری دونوں کی آبرو ہے۔ غزل دنیاء شعر کی حسینہ ہے۔ یہ جمالیاتی افق سے اُبھرتی ہے۔ غزل میں (شعراء کا کہنا ہے کہ) بڑا رکھ رکھاؤ ہوتا ہے۔ بانکپن، رنگینی اور نکھار اُسکی رعنائیاں ہیں۔ حق بات تو یہ ہے کہ جس قدر جھوٹ کسی شعر میں زیادہ ہو گی اسی قدر وہ شعر اونچا سمجھا جاتا ہے۔ ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ﴾[یٰس: ٦٩]

سُنا ہے دِن میں اُسے تتلیاں ستاتی ہیں
سُنا ہے رات کو جُگنو ٹھہر کے دیکھتے ہیں
سُنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف و جملہ معاونین و اہل و عیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنا دے اور اس کا نفع عام فرما دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کا یقین، عقل سلیم اور فکر مستقیم عطا فرمائے۔

مؤلف

قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔ کام (عثمانیہ)

ڈی۔ یف۔ ی۔ ناگپور کالج

باہتمام

صاحبزادہ محمد طاہر علی